اُن حدیثوں کے جن کو تم جانتے ہو۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
اور جس نے قرآن میں (مجرّد) اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اُس کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے [60]
مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں بغیر علم کے (محض اپنی رائے سے) کوئی بات کہی تو اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے [61]

سب سے بڑا جہاد قرآن سے

ان مباحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کی نوعیت و کیفیت کیا ہے؟ اب اس سلسلے میں چند مستند مفسرین کے اقوال بھی پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یہ بحث ہر طرح سے مکمل ہو جائے۔ چنانچہ جہاد قولی یا علمی کے سلسلے میں سورۂ فرقان والی آیت اصل اور بنیادی اہمیت کی حامل ہے، جو پچھلے صفحات میں کئی مقامات پر زیرِ بحث آچکی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ۔ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا : اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے ان کا زور و شور سے مقابلہ کیجئے۔ (فرقان : ۵۱-۵۲)

اور اس سلسلے میں علامہ ابن جوزی کی یہ تفسیر بھی (ساتویں باب میں) گزر چکی ہے کہ اس سے مُراد جہادِ قولی ہے، جو خود قرآن کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ [62]

اور یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس میں (وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ کے ذریعہ) جو حکم دیا گیا ہے وہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنا ہے۔

---

[60] و [61] ترمذی کتاب تفسیر القرآن ۵/۱۹۹ ۔

[62] دیکھئے موصوف کی کتاب نزھۃ الأعین ۱/۲۹ نیز موصوف ہی کی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر ۶/۹۵ مطبوعہ دمشق ۔

قال ابن عباس قوله فلا تطع الکافرین وجاهد هم به، قال بالقرآن[۶۳]
بعض لوگوں نے یہاں پر جہاد بالسیف مراد لیا ہے۔ مگر یہ دو وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور جہاد مدینہ میں فرض ہوا تھا۔ لہٰذا یہ قول انتہائی بعید ہے' جیساکہ امام قرطبی اور امام رازی نے تصریح کی ہے۔[۶۴] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ جہاد بالسیف کی قطعی طور پر نفی ہے۔

قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو علمی دلائل و براہین، تنبیہات' پند و نصائح اور دینِ حق کی تکذیب کرنے والی قوموں کے احوال و کوائف وغیرہ ہیں بطورِ سبق آوری بیان کئے جائیں (اور اُنہیں انجام بد سے ڈرایا جائے)۔

أی بالقرآن بتلاوة ما فیه من البراهین والقوارع والزواجر والمواعظ و تذکیر أحوال الأمم المکذبة۔[۶۵]

اب رہا "جہادِ کبیر" یا بڑے جہاد سے کیا مراد ہے؟ تو مفسرین نے اس کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

لَا یُخَالِطُه فُتورٌ : جس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو[۶۶]
تاماً شَدیداً : یہ جہاد مکمل اور شدید ہونا چاہیئے[۶۷]
جَامِعاً لِکلِّ مُجاهدةٍ : وہ ہر قسم کے مجاہدہ کا حامل ہو[۶۸]

---

۶۳ تفسیر ابنِ جریر : ۱۹/۱۵، دار المعرفہ بیروت، نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۳/۳۲۱
۶۴ دیکھئے تفسیر قرطبی ۱۳/۵۸ اور تفسیر کبیر ۲۴/۱۰۰
۶۵ تفسیر روح المعانی : ۱۹/۳۲
۶۶ تفسیر قرطبی ۱۳/۵۸
۶۷ زاد المسیر فی علم التفسیر ۶/۹۵
۶۸ تفسیر کبیر ۲۴/۱۰۰

فانّ دعوۃَ کلّ العالمینَ علی الوجہِ المذکورِ جہادٌ کبیرٌ : اس سلسلے میں جو کچھ مذکور ہے اُس کے مُطابق سارے عالم کو دعوت دینا بہت بڑا جہاد ہے ۔[۶۹]

اُوپر مذکور آیات کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے، جس سے اس حکم کی تاکید اور شدت کا پتہ چلتا ہے۔ جو مذکورۂ بالا تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ اور مولانا مفتی محمد شفیع نے اس آیت کی تفسیر کے لئے جو سرخی قائم کی ہے وہ یہ ہے : " جہاد بالقرآن یعنی قرآن کی دعوت کو پھیلانا جہادِ کبیر ہے " اور پھر اس عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں :

" وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَاداً کَبِیْراً ، یہ آیت مکی ہے جب کہ احکام، کفار سے قتال و جنگ کے، نازل نہیں ہُوئے تھے۔ اسی لئے یہاں جہاد کو بِہٖ کے ساتھ متقید کیا گیا۔ بِہٖ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ قرآن کے ذریعہ مخالف اسلام سے جہاد کرو بڑا جہاد۔ قرآن کے ذریعہ اس جہاد کا حاصل اس کے احکام کی تبلیغ اور خلق خُدا کو اس کی طرف توجہ دینے کی ہر کوشش ہے، خواہ زبان سے ہو یا قلم سے، یا دوسرے طریقوں سے۔ ان سب کو یہاں جہادِ کبیر فرمایا ہے"۔[۷۰]

ان تفسیروں سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنا ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور یہ جہاد قولی یا علمی و قلمی جہاد کے سوا اور کیا ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہ کسی مُتجدّد یا دین سے مُنحرف شخص کا قول یا کوئی " بدعت " یا نئی بات نہیں بلکہ حضرت ابن عباس سے لے کر مُفتی محمد شفیع تک تمام مفسّرین کا متفقہ قول ہے۔ لہٰذا اگر کچھ مفسرین نے اپنے دور کے لحاظ سے بعض دیگر " نصوص " کی رُو سے " جہادِ عسکری " کو اولیت دی تھی تو وہ ایک وقتی و عارضی بات تھی، دائمی و ابدی نہیں۔ جہادِ عسکری کا حکم اگرچہ اب بھی موجود ہے اور وہ منسوخ نہیں ہُوا، لیکن

---

۶۹ تفسیر ابوسعود ۲۲۵/۶

۷۰ تفسیر معارف القرآن : ۴۷۳/۶

وہ ابدی و دائمی نہیں ہے۔ کیونکہ اسے ہر ملک، ہر جگہ اور ہر وقت جاری رکھا نہیں جا سکتا۔ اس کے برعکس علمی و قلمی جہاد اصل ہونے کی وجہ سے ابدی و دائمی ہے، جو خود قرآن ہی کی صراحت کے مطابق قرآن کے دلائل و براہین اور اُس کے طریقہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اور اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا نہ صرف جہاد کی حقیقت کا انکار ہے بلکہ معاذاللہ خود قرآن حکیم کا انکار ہے۔

آج مُسلمان قرآن کے اس سب سے بڑے حکم اور شرعی فریضے کو (جو نہ صرف جہادِ عسکری پر مقدم ہے بلکہ وہ ملّتِ اسلامیہ کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہُوا ہے) پوری طرح فراموش کئے ہُوئے ہیں۔ تو کیا یہ بات (ہماری ملت کے عوام تو بہت دُور کی بات ہے) خود ہمارے علماء اور ہمارے عربی مدرسوں کے لئے ایک حجت نہیں ہے؟ جہادِ عسکری تو پہلے ہی معطل ہو چکا ہے تو کیا اب جہادِ علمی کو بھی معطل کر کے خُداوندِ قدوس کے اس حکم کی تکذیب کی جائے گی اور اس راہ میں جدو جہد کرنے والوں کا مذاق اُڑایا جائے گا؟ یہ ہماری ملت کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ علامہ اقبال نے شاید ایسے ہی موقعوں کے لئے فرمایا ہے ؎

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال		ملّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو		ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

جہاد اور ہندستانی مُسلمان

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ زیرِ بحث آیات (فرقان ۵۱-۵۲) کا سیاق و سباق بھی عقلی دلائلِ توحید سے گھِرا ہُوا ہے، جو اس حقیقتِ واضحہ کا ایک اور مزید ثبوت ہے کہ قرآن کے ذریعہ جہاد دراصل "دلائلِ توحید" کے ذریعہ جہاد ہے، جو تمام اقوامِ عالم اور سارے جہان کے لئے بطورِ دلیل و حجت مذکور ہیں۔ اور سورۂ فرقان کا موضوع بھی خاص کر اثباتِ توحید اور تردیدِ شرک ہے، جس میں ایک منفرد اور طاقتور ترین اُسلوب میں توحید کی حقیقت کو مختلف علمی و عقلی دلائل میں ثابت کر کے مشرکین کے شُبہات و اعتراضات کا مُدلّل جواب دیا گیا ہے۔ اور اس سورہ کی ابتداء اس آیتِ کریمہ سے ہوتی ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔ وہ بڑی خوبیوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب) نازل کی، تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کرسکے۔ (فرقان: ۱)

قرآن چونکہ سلسلۂ صحفِ سماوی کی آخری کڑی ہے اس لئے اس آخری صحیفہ کو ہر قسم کے علمی وعقلی دلائل سے پوری طرح مزیّن و آراستہ کردیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے فرقان کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ چیز جو حق و باطل میں تمیز کرسکتی ہو۔ اس طرح قرآن کی ایک پوری سورت کو "فرقان" کے نام سے موسوم کرکے دراصل حاملینِ قرآن کو اس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

بہرحال قرآنِ حکیم کے ان علمی وعقلی دلائل کی حقیقت موجودہ سائنٹفک دور میں اور بھی زیادہ کھل کر سامنے آگئی ہے اور تحقیقاتِ جدیدہ کے ذریعہ اس کے نئے نئے اسرار و معارف سامنے آرہے ہیں جو علمی دنیا کو مبہوت و ششدر کئے ہوئے ہیں۔ اور ان حقائق و معارف کے ملاحظہ سے اب نوعِ انسانی قرآنِ کریم کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور نظر آرہی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں کہ جب وہ انشاء اللہ پوری طرح اسلام کی گود میں آجائے گی۔

اس اعتبار سے آج قرآنِ حکیم کے علمی وعقلی دلائل کے ذریعہ نوعِ انسانی کو قرآن سے قریب تر لانے کے جتنے مواقع موجود ہیں اتنے سابقہ کسی بھی دور میں نہیں تھے۔ لیکن اس عظیم اور پُراز حکمت صحیفہ کی موجودگی کے باوجود اگر حاملینِ قرآن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں تو یہ بات انتہائی باعثِ تعجب ہے۔ لہٰذا اہلِ اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار ہوکر اولین فرصت میں اس کارِ عظیم کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہوجانا چاہیئے۔ "جہاد بالقرآن" کی یہ حقیقت واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر ہم اس سلسلے میں کوتاہی کریں گے تو یہ ایک سنگین قسم کا شرعی جرم ہوگا۔ آج مسلمانوں پر جو بھی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہورہی ہیں وہ اسی فرضِ منصبی میں کوتاہی کا باعث ہیں۔

واضح رہے ان دو آیات میں "جہاد بالقرآن" کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اصلاً آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا' جیساکہ اس کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں (وَجَاهِدْهُم بِهِ)۔ اور آقائے نامدار نے اس حکم الٰہی پر کاربند رہتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگا کر پوری زندگی اس کے لئے وقف کر دی اور عمر بھر اس حکم پر پوری طرح عامل رہے۔ اور چونکہ یہ آیت کریمہ مکی دور میں نازل ہوئی تھی' جس میں عسکری جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لئے آپ نے مکی دور میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ قرآن کے ذریعہ دعوت و تبلیغ میں پوری سرگرمی کے ساتھ مشغول و منہمک رہے۔ کیونکہ مکی دور میں مسلمان مغلوب و مقہور اور پوری طرح کمزور و بے بس تھے۔ لیکن اُن کے پاس صرف ایک چیز موجود تھی جسے وہ اپنے سینوں سے لگائے ہوئے دعوت و تبلیغ اور دلیل و استدلال کے میدان میں "علمی جنگ" لڑتے رہے۔ اس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ جس دور میں بھی مسلمان کمزور ہوں وہ اس آیتِ کریمہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے قرآن حکیم کے علمی دلائل و براہین کے ذریعہ کافروں سے زور و شور کے ساتھ علمی جنگ کریں۔ یہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ایک انمول اور درخشاں پہلو ہے جو تاقیامت تمام مسلمانوں کے لئے دلیلِ راہ اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا اتہ پتہ بتاتا ہے۔

(عبادی)

ضروری گذارش

ادارہ ندوۃ المصنفین کی ممبری یا برہان کی خریداری وغیرہ کے سلسلے میں جب آپ دفتر کو خط لکھیں یا منی آرڈر ارسال فرمائیں تو اپنا پتہ تحریر کے ساتھ ساتھ برہان کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ درج شدہ نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں۔ اکثر منی آرڈر کوپن اور نمبر خالی ہوتے ہیں جس سے بڑی زحمت ہوتی ہے۔ (مینجر)

ابن قتیبہ
بحیثیت ناقد

از ۔ ڈاکٹر ایم اقبال حسین ندوی، لکچرار ڈپارٹمنٹ آف عربک یونیورسٹی
(حیدر آباد)

ابن قتیبہ (۲۱۳ ـ ۲۷۶ھ) کی شخصیت علمی دنیا میں ایک مفسر، محدث، فقیہہ، ادیب، ناقد، صرفی، نحوی اور لغوی کی حیثیت سے معروف ہے ۔ مختلف علوم وفنون کے موضوع پر اس نابغۂ روزگار شخص کی تصنیفات و تالیف کا ایک بڑا ذخیرہ ہے لیکن ان سب میں علمی ذوق کے پہلو بہ پہلو ان کا ادبی مذاق اور تنقیدی شعور موجود ہے ۔ ان کی تحریر جس موضوع پر بھی ہے اس میں قوتِ فکر، وسعتِ نظر، زندگی کا احساس، تہذیب و ثقافت کے اقدار کی معلومات غیر معمولی حد تک پائی جاتی ہے ۔ اور ان تحریروں میں زندگی کے لیے صحیح رُخ متعین کرنے کا جذبہ ہر جگہ موجود ہے ۔ اور شعر و ادب میں سچے اقدار کی تلاش اور معیار متعین کرنے کا رجحان کارفرما ہے ۔ عبدالسلام رقمطراز ہے :۔

"ابن قتیبہ کی تحریریں عام طور پر اس بات کی غماز ہیں کہ اس نے ان ہی علوم کو موضوع سخن بنایا ہے جو انسان کے لیے مفید کارآمد ہونے کے ساتھ زندگی میں تبدیلی اور انقلاب لانے کا کام انجام دے، اس نے علوم کی خدمت اپنی ذات کے لیے نہیں کی ہے بلکہ اس سے انسانی زندگی میں تبدیلی اور فکری ترقی

لانے کے لیے تعاون حاصل کرنا مقصود ہے۔ اس بات نے اس کی ذات
اور علمی کارناموں کو اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیا ہے۔ ا ہ
جہاں تک ادبی تنقید کے موضوع کا تعلق ہے۔۔۔۔۔

ابن قتیبہ کے ادبی مذاق اور شعری ذوق کا نمونہ تقریباً ان کی سب ہی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن شعر و ادب کے موضوع پر ان کی چار کتابیں مشہور ہیں۔

۱۔ کتاب المعانی الکبیر، ۲۔ ادب الکاتب، ۳۔ الشعر والشعراء، ۴۔ عیون الشعر، مؤخر الذکر کے علاوہ سب ہی کتابیں دستیاب ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کتاب خالص فن نقد پر نہیں لکھی گئی ہے۔ سب میں تنقید کا موضوع ضمنی ہے۔ لیکن جو تنقیدی مباحث ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور اصولی باتیں کی گئی ہیں۔ ان میں ابن قتیبہ کا تنقیدی فکر نمایاں ہے۔ ادب و شعر پر جس دور میں ابن قتیبہ نے گفتگو کی صرف و نحو، بلاغت اور دوسرے علوم مدون ہو چکے تھے، یا ہو رہے تھے، یونانی، فارسی، اور دوسری زبانوں سے بلاغت اور دوسرے موضوعات سے کتابوں کے ترجمے ہو رہے تھے ان کے اثرات شعر و ادب کے افہام و تفہیم اور غور و فکر پر بھی مرتب ہو رہے تھے۔ ابن قتیبہ کی تحریروں میں عجمی علوم و فنون کے واضح اثرات تو نہیں لیکن وقت کی تبدیلی کے ساتھ زندگی اور اس کی ترجمانی کی تبدیلی کا احساس ضرور ہے۔ اور شعر و ادب سے متعلق جو مباحث وجود میں آرہے تھے ان پر اظہار رائے بھی ہے۔ اس لیے اس کے ضمنی تنقیدی مباحث کو بھی ادبی تنقید کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

ابن قتیبہ کی تنقیدی فکر تو واضح ہو کر اس کی کتاب "الشعر والشعراء" کے مقدمے میں سامنے آئی ہے۔ لیکن "کتاب المعانی الکبیر" میں بھی ادب و زبان اور تنقید کا ایک اچھا مطالعہ موجود ہے۔ ابواب کے تحت اشعار کے انتخاب میں مضمون و معانی کا لحاظ اس کے علاوہ اشعار کے پیچیدہ اور دشوار مفاہیم و معانی کی تحلیل و تفسیر اس کتاب کی خاص خوبیاں ہیں۔ ابن قتیبہ کے سامنے یہ بات شاید ضرور رہی ہوگی کہ شعر زندگی تعبیر و تشریح کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے ابواب کے قائم کرنے اور پھر اشعار کے انتخاب میں زندگی کی تعبیر کا لحاظ،

ماحول و حالات کی تصویر کشی، متحرک زندگی کا نمونہ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ آداب زندگی، طرزِ معاشرت، حیوانات اور زندگی کی دوسری باتوں سے متعلق اشعار کی تجمیع کے ساتھ تحلیل میں تنقیدی بصیرت اور تنقیدی اصول کی پیروی کی ہے۔ عبدالسلام عبدالحفیظ رقمطراز ہے:۔

"شعر میں زندگی کی جو تصویر کشی کی جاتی ہے اور شعر میں جو کچھ بیان کیا ہے ابن قتیبہ اس کتاب میں اس کی عملی تفسیر پیش کرتا ہے۔" ۲

اور بقول ڈاکٹر محمد طاہر درویش:۔

"وہ ایک عمدہ لغوی ادبی کتاب ہے۔ ابن قتیبہ کے وسیع لغوی و ادبی معلومات اور ثقافت پر دلالت کرتا ہے۔" ۳

"ادب الکاتب" بھی اس کے خالص فنی ذوق اور زبان و ادب سے گہری واقفیت کا عمدہ نمونہ ہے۔ ابن قتیبہ گرچہ نسلاً عرب نہیں ہے لیکن اس پر زبان و ادب کے سلسلہ میں خالص عربی ذوق غالب ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے گہری محبت، عربیت اور عرب، اور عربی زبان کے احترام کے نتیجہ میں عربی زبان و ادب کی اصل روح کو برقرار رکھنے کی خاطر اس نے شعوبیوں سے زبردست مدافعت کیا ہے۔ عربی زبان و ادب ... کو ... رکھنے، نحوی و صرفی غلطیوں سے پاک رکھنے، عربی زبان کی امتیازی خصوصیات، عربیت کو باقی رکھنے کی غرض سے عربی ادب کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کیا ہے۔ ... جذبہ کتاب میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے عربی زبان و ادب کے ... لیے یہ کتاب ایک شاہکار ہے۔ اس میں بھی ابن قتیبہ کا تنقیدی ذوق ہی کا ...

دراصل کتاب "الشعر والشعراء" بنیادی کتاب ہے جس میں ابن قتیبہ کے ... رجحانات اور خالص فنی تنقیدی نقاط زیادہ تر پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کے دو ... پہلا حصہ اس کے مقدمہ پر مشتمل ہے اور دوسرا جزء شعراء کے کلام کے انتخاب اور تنقیدی اقوال و احوال پر مبنی ہے۔ بنیادی تنقیدی اصول پر بحث کتاب کے پہلے جزء یا مقدمہ میں کی گئی ہے۔ دوسرا جزء یعنی کتاب کا بقیہ حصہ خالص فنی تنقید کے اعتبار سے اس قدر اہم

میں ... کے ...

رقمطراز ہے

شعراء ...

قبائل ...

سے لوگوں کے حالات ... پہچانے جا سکتے ہیں جس سے ...

سمجھا جا سکتا ہے۔ علماء نے الفاظ معانی کی جن خامیوں کی گرفت کی ہے اور

جس کی جانب متقدمین نے سبقت کی ہے۔ اور متاخرین نے ان سے اخذ کیا

ہے ان سے متعلق معلومات میں نے فراہم کیا ہے۔ اور میں نے اسی میں شعر

... اس کے طبقات اور اسباب جن کی وجہ سے شعر بہتر سمجھا جاتا ہے

... سمجھا جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کچھ

... کے پہلے جزء میں پیش کیا ہے " ۴ۓ

... کے مقدمہ میں جن چند بنیادی مسائل پر گفتگو کی ہے اور ان کو

... پیش کیا ہے ان پر ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

... کے متعلق جن آراء کا اظہار کیا ہے ان پر روشنی بعد میں ڈالی جائے

... مقدمہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

... نے اپنے مقدمہ میں بعض عام مسائل کو پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے

... کی کوشش کی ہے کہ ان کو بنیادی اصول قرار دے " ۵ۓ

... نے مقدمہ میں جن تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں اس بات کو

اہمیت دی گئی ہے کہ اس نے قدیم و جدید شاعری کے درمیان امتیاز محاسن

... کی وجہ سے کیا اور اس نے یہ اصول پیش کیا کہ عہد کی تقویم کی وجہ سے کسی شاعر کی

ماحول وحالات کی تصویر کشی، متحرک زندگی کا نمونہ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ آداب زندگی، طرز معاشرت، حیوانات اور زندگی کی دوسری باتوں سے متعلق اشعار کی تجمیع کے ساتھ تحلیل میں تنقیدی بصیرت اور تنقیدی اصول کی پیروی کی ہے۔ عبدالسلام عبدالحفیظ رقمطراز ہے:۔

"شعر میں زندگی کی جو تصویر کشی کی جاتی ہے اور شعر میں جو کچھ بیان کیا ہے ابن قتیبہ اس کتاب میں اس کی عملی تفسیر پیش کرتا ہے۔" ۲ء

اور بقول ڈاکٹر محمد طاہر درویش :۔

"یہ ایک عمدہ لغوی ادبی کتاب ہے۔ ابن قتیبہ کے وسیع لغوی وادبی معلومات اور ثقافت پر دلالت کرتا ہے۔" ۳ء

"ادب الکاتب" بھی اس کے خالص فنی ذوق اور زبان وادب سے گہری واقفیت کا عمدہ نمونہ ہے۔ ابن قتیبہ گرچہ نسلاً عرب نہیں ہے لیکن اس پر زبان وادب کے سلسلہ میں خالص عربی ذوق غالب ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے گہری محبّت، عربیت اور عرب، اور عربی زبان کے احترام کے نتیجہ میں عربی زبان وادب کی اصل روح کو برقرار رکھنے کی خاطر اس نے شعوبیوں سے زبردست مدافعت کیا ہے۔ عربی زبان وادب کے معیار کو برقرار رکھنے، نحوی وصرفی غلطیوں سے پاک رکھنے، عربی زبان کی امتیازی خصوصیات اور عربیت کو باقی رکھنے کی غرض سے عربی ادب کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کیا ہے۔ یہ روح اور جذبہ کتاب میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے عربی زبان وادب کے صحیح استعمال کے لیے یہ کتاب ایک شاہکار ہے۔ اس میں بھی ابن قتیبہ کا تنقیدی ذوق ہی کارفرما ہے۔

دراصل کتاب "الشعر والشعراء" بنیادی کتاب ہے جس میں ابن قتیبہ کے تنقیدی رجحانات اور خالص فنی تنقیدی نقاط زیادہ تر پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کے دو حصّے ہیں پہلا حصّہ اس کے مقدمہ پر مشتمل ہے اور دوسرا جزء شعراء کے کلام کے انتخاب اور تنقیدی اقوال واحوال پر مبنی ہے۔ بنیادی تنقیدی اصول پر بحث کتاب کے پہلے جزء یا مقدمہ میں کی گئی ہے۔ دوسرا جزء یعنی کتاب کا بقیہ حصہ خالص فنی تنقید کے اعتبار سے اس قدر اہم

نہیں ہے جس قدر ابتداء کو حاصل ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا بنیادی مقصد ابن قتیبہ کے نزدیک دوسرا حصہ ہی ہے۔ شعراء اور ان کے کلام کے متعلق معلومات فراہم کرنا اور تحقیق و تنقید کی روشنی میں شعراء کے حالات اور ان کے کلام کو جمع کرنا اس کتاب کی غایت قرار دیا ہے۔ ابن قتیبہ رقمطراز ہے۔

"میں نے اس کتاب کو شعراء کے سلسلہ میں تالیف کیا ہے۔ اس میں شعراء اور اُن کے عہد، اقدار اور ان کے اشعار میں ان کے حالات، ان کے قبائل، ان کے اسماء ان میں سے جو لقب یا کنیت سے معروف ہیں۔ اور جن سے لوگوں کے حالات بہتر طریقہ پر جانے جا سکتے ہیں جس سے شعر کو بہتر طریقہ پر سمجھا جا سکتا ہے۔ علماء نے الفاظ معانی کی جن خامیوں کی گرفت کی ہے اور جس کی جانب متقدمین نے سبقت کی ہے۔ اور متاخرین نے ان سے اخذ کیا ہے ان سے متعلق معلومات میں نے فراہم کیا ہے۔ اور میں نے اسی میں شعر کے اقسام اور اس کے طبقات اور اسباب جن کی وجہ سے شعر بہتر سمجھا جاتا ہے اور پسندیدہ سمجھا جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کچھ چیزوں کو میں نے اس کے پہلے جزء میں پیش کیا ہے۔" [۱۴]

ابن قتیبہ نے کتاب کے مقدمہ میں جن چند بنیادی مسائل پر گفتگو کی ہے اور ان کو تنقیدی اصول کی حیثیت سے پیش کیا ہے ان پر ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ محمد مندور نے ابن قتیبہ کے متعلق جن آراء کا اظہار کیا ہے ان پر روشنی بعد میں ڈالی جائے گی، لیکن وہ الشعر والشعراء کے مقدمہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اس نے اپنے مقدمہ میں بعض عام مسائل کو پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور ا ما بات کی کوشش کی ہے کہ ان کو بنیادی اصول قرار دے۔" [۱۵]

ابن قتیبہ نے مقدمہ میں جن تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں اس بات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ اس نے قدیم و جدید شاعری کے درمیان امتیاز محاسن شعری کی وجہ سے کیا اور اس نے یہ اصول پیش کیا کہ عہد کی تقویم کی وجہ سے کسی شاعر کی

شاعری کو بہتر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس نظریہ کو جاحظ اور المبرد نے بھی پیش کیا تھا لیکن ابن قتیبہ نے قدرے وضاحت کے ساتھ اپنی بات کہی۔ جریر، فرزدق، واخطل، اسی طرح ابونواس، بشار بن برد اور ان تمام جیسے شعراء کی شاعری اپنے فکر وخیال، اور احساس و شعور کی جدت وابتکار، زبان وبیان میں سلامت وروانی، اور قدیم شاعری کے اسالیب سے قدرے اختلاف کی وجہ سے معرض بحث بنی ہوئی تھی، قدیم طرز کے فکر کے ناقدین اور اہل علم قدیم شاعری کے مقابلہ میں ان شعراء کی شاعری کو کمتر درجہ کی گردانتے تھے۔ قدامت کا جو رعب غالب تھا، قدیم شعراء کی شاعری کی اہمیت بغیر فن شناسی کے جو دلوں میں تھی۔ ابن قتیبہ نے اس کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ "وہ کسی متقدم کو اس کے تقدیم کی وجہ سے جلالت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی متاخر کو اس کے تأخر کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بلکہ دونوں فریقوں کو انصاف کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہر ایک کو اس کا حق دیتا ہے اور اس کا حق دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ بعض اہل علم معمولی شعر کو شاعر کے متقدم ہونے کی وجہ سے عمدہ شعر سمجھتے ہیں اور اس کو اعلیٰ درجہ کا شعر شمار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک اچھے شعر کو کمتر درجہ کا سمجھتے ہیں۔ گرچہ اس شعر میں اس کے نزدیک کوئی عیب نہیں ہے سوائے یہ کہ اس کے عہد میں کہا گیا ہے۔ یا شاعر سے اس کی ملاقات ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شعر، علم اور بلاغت کو کسی ایک عہد کے لیے مخصوص اور محدود نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی قوم کے لیے خاص کیا ہے بلکہ اپنے بندوں میں مشترک طور پر تقسیم کیا ہے۔ اور ہر ایک قدیم کو اس کے اپنے عہد میں جدید بنایا ہے"[۱۶]

ابن قتیبہ کا یہ نظریہ اور اس کا پیغام اس کے نظریاتی بنیاد پر ہے اس میں کسی اثر کا دخل نہیں ہے۔ تنقید میں فکری آزادی کا یہ رجحان قابل ستائش ہے تقلید محض سے آزادی، نئی فکر کی تلاش، صالح اقدار کی قدر دانی، فن کی ترقی اور اس کے نمو وبقاء کے لیے ضروری ہے جس طرح زندگی متحرک ہے اس میں تغیر پذیری کے آثار لازمی ہیں، اسی طرح فن میں تبدیلی کی علامت اور فنی ارتقاء ایک مستحسن عمل ہے۔ ابن قتیبہ کے ادبی شعور، وسعت مطالعہ، فکر وفن میں دقت نظر نے اس بات کو محسوس کیا۔

لیکن ابن قتیبہ صرف ادیب و ناقد نہیں تھے، وہ محدث، فقیہہ، مورخ اور لغوی بھی تھے۔ اس کا ذہن قدیم علمی اور ادبی سرمایہ کا پروردہ تھا۔ اس بات نے اس میں تقلید کی خو پیدا کر دی تھی، اس لیے اس کی تجدیدی فکر محض ان الفاظ تک محدود ہے۔ اس لیے کہ وہ جدیدیت کے اعتراف کے باوجود شعراء کو عربی شاعری کے قدیم ڈگر پر ہی چلنے کا مشورہ دیتا ہے۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ قصیدے کے تمام ارکان کی اس طرح پابندی کرنے کی رائے دیتا ہے۔ جس طرح قدیم شعراء نے کیا ہے۔ اور اس میں ایسی تبدیلی کرنے کے لیے کہتا ہے کہ قدیم معنی و موضوع کے پیرائے میں جدید اشیاء کا تذکرہ کرے، اور اس کا یہ مشورہ تقلید محض سے زیادہ عیب کی بات ہے۔

ابن قتیبہ کے عہد میں لفظ و معنی کی بحث علم تھی، بشر بن معتمر اور جاحظ نے شعر و ادب کے صوری و معنوی خوبیوں پر بحث کا آغاز کیا، لفظ و معنی کی بحث کو وجود بخشا تو زبان و بیان اور شعر و ادب کے نکتہ دانوں نے اس بحث میں خاص دلچسپی محسوس کی، اور زبان و ادب کے صوری و معنوی معیار کو پرکھنے اور اس کے حسن و قبح کو جانچنے کا میزان قرار دیا۔ تیسری صدی ہجری میں خاص طور سے جاحظ کے فکر و نظر کو دقیع علمی حیثیت دی گئی اور موافقین و مخالفین کی جماعت قائم ہو گئی۔ بعض لفظ اور اسلوب کے طرفدار ٹھہرے اور بعض معنی اور فکر و خیال کے۔ جہاں تک جاحظ اور ابن قتیبہ کا سوال ہے جاحظ معتزلی تھے۔ اور ابن قتیبہ سنی العقیدہ۔ دونوں کے اختلاف مسلک کا اثر فکر و نظر اور تنقیدی و ادبی نقطۂ نظر پر پڑنا ضروری تھا۔ جاحظ نے ضعیف لفظی، الفاظ کے دروبست اور صنائع و بدائع کے استعمال کی طرف زیادہ توجہ دی اور الفاظ کو زیادہ وقعت دی، ابن قتیبہ نے معانی و خیال افکار و احساسات کو فن پارہ میں الفاظ و اسلوب اور صوری خوبیوں سے کم اہمیت نہیں دی۔ بلکہ بعض اعتبار سے زیادہ ہی۔ اس کے نزدیک معانی اور فکر و خیال اس قدر سر راہ عام نہیں ہیں جس قدر جاحظ کے نزدیک۔ ابن قتیبہ لفظ کو بھی اہمیت دیتا ہے اور معنی کو بھی، الفاظ اور معانی یعنی صوری اور معنوی محاسن کے لحاظ کرتے ہوئے ابن قتیبہ نے شعر کو چار اقسام میں تقسیم کیا۔

پہلی قسم وہ ہے جس کا لفظ خوبصورت و دلکش ہے اور اس کا معنی بھی عمدہ ہے۔

الشعر الشعراء ۔ ص ۳)

دوسری قسم وہ ہے جس کا لفظ خوب صورت، دلکش اور شیریں ہے لیکن کوئی معنوی خوبی نہیں ہے ۔ (ایضاً ص ۳)

تیسری قسم وہ ہے جس کا معنی عمدہ ہے لیکن الفاظ میں خامی ہے ۔ (ایضاً ص ۴)

چوتھی قسم وہ ہے جس کے الفاظ و معنی دونوں میں خامیاں ہیں۔ (ایضاً ص ۴)

اس کے باوجود کے ابن قتیبہ کے نزدیک الفاظ کی اہمیت ہے اور شعر کے لیے .. صوری محاسن کی اپنی اہمیت ہے لیکن معنوی محاسن کی قدر و قیمت کچھ زیادہ ہی ہے ۔ یہ بات اس طرز استدلال سے واضح ہے کہ اس نے شعر کے مختلف اقسام کے مثالوں کی جو تشریح کی ہے اس کا انحصار محض معنوی خوبیوں پر ہے اور پوری توجہ معنوی محاسن کی جانب ہے لیکن ابن قتیبہ کے نزدیک معنی اور فکر و خیال سے مراد کیا ہے ۔ ایک اہم بنیادی سوال ہے ۔ اس نے خود سے معنی یا فکر و خیال کی واضح الفاظ میں کوئی فنی توضیح نہیں کی ہے ۔ جہاں تک اس نے اقسام شعر کے سلسلہ میں مثالوں کا انتخاب کیا ہے اور وضاحت کی ہے ۔ اس کے مطالعہ سے ناقدوں نے مختلف رائے قائم کی ہے ۔

محمد مندور جس نے تفصیل سے ابن قتیبہ کے تنقیدی خیالات کا جائزہ لیا ہے اس کی رائے ہے کہ ابن قتیبہ کے نزدیک معنی سے مراد، ۱۔ فکر ۲۔ اور اخلاقی معنی ہے۔[۵]

محمد مندور کا یہ خیال اس کے منفی طرز استدلال پر مبنی ہے ۔ اس لئے کہ یہ اشعار جن میں ابن قتیبہ کو کوئی معنوی خوبی نظر نہیں آئی ۔ اس پر محمد مندور نے اپنی رائے کی بنیاد رکھی ہے۔

ولما قضينا من منى كل حاجة ومسح بالأركان من هو ماسح

وشدت على حدف المطايا رحالنا ولا ينظر الغادي الذي هو رائح

أخذنا بأطراف الأحاديث بيننا وسالت بأعناق المطي الأباطح

واقعہ یہ ہے کہ ابن قتیبہ نے ان اشعار کو معنوی محاسن کے فقدان اور الفاظ کے جودت اس کی شیرینی اور دلکشی کی مثال میں پیش کیا ہے ۔ اور ابن قتیبہ نے دعوی کے ساتھ کہا ہے کہ ان اشعار میں حسن الفاظ اور شیرینی کے علاوہ تلاش یا غور و فکر کے بعد بھی کوئی چیز نہیں

ملتی ہے۔ اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرلینا کہ چونکہ اس میں فکر اور اخلاقی معنی نہیں ہے اس لیے ابن قتیبہ کو ان اشعار میں کوئی معنوی خوبی نظر نہیں آئی۔ اور ابن قتیبہ کے نزدیک معنی سے مراد فکر اور اخلاقی معنی ہی ہے۔ محمد مندور کا یہ تجزیہ صحیح نہیں ہے محمد مندور نے مزید تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اخلاقی معنی یا فکر شعر کی اصل روح نہیں ہے بلکہ فنی تصویر کشی شعر کی اصل قدر و قیمت ہے جو ان اشعار میں موجود ہے۔ اور عبدالقاہر الجرجانی نے بھی ان اشعار کے فنی جمالیات کو محسوس کیا ہے ـــــ محمد مندور مزید تحلیل کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ آج کے معیار پر اس (ابن قتیبہ) کے خیالات کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ پھر بھی ابن قتیبہ میں ایک حساس ادیب کا صداقت احساس نہیں ہے۔ جس کا تعلق ذوق سے ہے۔ بلکہ وہ ذوق سے زیادہ فکر سے کام لیتا ہے۔ بہر حال مختلف تجزیہ کے بعد محمد مندور نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ابن قتیبہ کے نزدیک معنی سے مراد فکر اور اخلاقی معنی ہی ہے[8]۔

دورِ جدید کے ایک دوسرے ناقد محمد زکی عشماوی نے ابن قتیبہ کی تشریحات و توضیحات کو کھنگالنے کے بعد یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ ابن قتیبہ کے نزدیک معنی سے مراد "فلسفیانہ افکار" خاص قسم کے انسانی عادات و اطوار، دلچسپ تصورات اور نادر باتیں" ہیں[9]۔

لیکن عبدالسلام عبدالحفیظ نے شعری اقسام کی مثالوں کی تشریح سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ابن قتیبہ کا فکری دائرہ محدود نہیں ہے بلکہ اس کے معنوی محاسن کا دائرہ وسیع ہے۔ اس کے نزدیک فکر و خیال اور معانی کے دائرہ میں اخلاقی افکار انسانی زندگی کے تجربات و مشاہدات سے حاصل ہونے والی باتیں، انسانی نفسیات و احساسات کی تصویر کشی اور ترجمانی شامل ہیں[10]۔

ابن قتیبہ کی فکر و نظر میں جو وسعت تھی اس کے پیشِ نظر، فکر، و اخلاق، عادات و خصائل اور تصورات تک معنی کے مفہوم، وجدان و فکر دونوں پر محیط تھا اس لیے فنی اعتبار سے عبدالسلام کی رائے زیادہ وقیع معلوم ہوتی ہے۔

بہرصورت ابن قتیبہ نے جو شعر کی چار قسمیں کی ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ کسی بھی عمدہ شعر کے لیے ضروری ہے کہ اس کا معنی و لفظ دونوں ہی عمدہ ہوں اور ان میں جودت ہو۔ یعنی الفاظ و اسلوب کے ساتھ احساس و شعور اور فکر و خیال میں بلندی و پاکیزگی لازمی ہیں لیکن پرشکوہ الفاظ، اسلوب میں شیرینی و حلاوت، شگفتگی و رعنائی کے باوجود فکر و خیال یا احساس و شعور میں رفعت نہیں ہے تو وہ شعر فن کے اعلیٰ معیار پر اور اول درجہ کا نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شعر جس کے تخیل میں رفعت، معنی یا موضوع میں پاکیزگی و بلندی تو ہے لیکن الفاظ معیار پر نہیں ہیں یا اسلوب میں چاشنی اور دلکشی نہیں ہے۔ یعنی شاعر فکر و خیال کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہے یا زبان پر قدرت نہیں رکھتا ہے تو وہ شعر کی تیسری قسم ہے۔ اس کے علاوہ کبھی شاعر نہ تو اعلیٰ احساس و خیال پر قادر ہوتا ہے نہ ہی الفاظ ہی اس کے تابع ہوتے ہیں۔ دونوں میں ناہمواری اور سطحیت ہوتی ہے اس اعتبار سے یہ شعر چوتھی قسم کا ہے۔

اس نے شعر کے اقسام میں جن اصطلاحات کا استعمال کیا ہے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن قتیبہ نے شعر کی یہ تقسیم ذوق کے بنیاد پر کیا ہے اور اس میں ایک خاص منطقی ترتیب ہے کسی فن تحلیل کی بنیاد پر یہ تقسیم نہیں ہے۔ اور اس کی پوری نظر شعر کی معنوی خوبی پر ہے۔ غرض کہ معنی اصل ہے اور لفظ اس کو ادا کرنے کے لیے ہے شاعر کی شاعرانہ صلاحیت معنی کے انتخاب اس کے احساس و شعور اور فکر و خیال کی بلندی پر منحصر ہے۔ الفاظ کا انتخاب اس کا شگفتہ اسلوب میں پیش کرنا ایک دوسرے درجہ کا عمل ہے محض الفاظ کا تراش خراش، اس کی ظاہری فصاحت و بلاغت اور فنی اسلوب بے جان سی چیز ہے۔ لیکن فنی حیثیت سے معنی و لفظ دونوں ہی ضروری ہیں اور دونوں کی اہمیت یکساں ہیں

ابن قتیبہ نے فن کے معنوی حسن اور اس کے جمالیاتی عناصر پر گفتگو الشعر والشعراء کے مقدمہ کے علاوہ شعراء کے تراجم، کتاب المعانی الکبیر، اور تاویل مشکل القرآن میں جا بجا کیا ہے۔ اس نے شعر کے بہتر ہونے کے لیے یہ رائے قائم کی ہے کہ معانی و موضوع اور فکر و خیال میں ابتکار و جدت ایک اہم پہلو ہے۔ شاعر کسی ایسے موضوع پر شعر کہتا ہے جس پر شعراء نے اس سے پہلے طبع آزمائی کی ہے تو شاعر کو عمدہ شعر پیش کرنے کے لیے اس موضوع پر اضافہ